رئیس احمد جعفری

احمد شاہ ابدالی کی وفات

حیاتِ احمد شاہ کا ایک صفحہ

میر قاسم جسے بنگال کی صوبے داری سے معزول کر دیا گیا تھا انگریزوں کے خلاف ہندوستانی والیانِ ریاست کا ایک اتحاد قائم کرنا چاہتا تھا۔ اس نے اس سلسلے میں مرہٹوں اور سکھوں سے بھی خط و کتابت کی تھی لیکن کوئی اس کی مدد کو نہ آیا۔ اب اس کی آخری امید احمد شاہ سے وابستہ تھی۔

۱۷ مارچ ۱۷۷۰ء کو اس نے نظام حیدر آباد کے نام ایک خط میں لکھا:

"مجھے شاہ ابدالی کے علاوہ کوئی دوست نظر نہیں آتا لیکن وہ بھی افغانستان کے معاملات میں الجھا ہوا ہے۔"

اسی طرح ۱۷۷۱ء کے آغاز میں روہیلوں نے بھی مرہٹوں کے خلاف اس سے مدد مانگی اور اخراجات کے لیے ۲۵ لاکھ روپیہ دینے کی پیش کش کی۔ میر غلام حسین نے ۱۷۷۱ء میں لکھا:

"روہیلہ سرداروں نے وزیر کو پچیس لاکھ روپیہ کی پیش کش کی ہے۔ . . . اگر وزیران

کی مدد نہ کرے تو وہ یہ روپیہ ابدالی کو دے دیں گے۔ مرہٹوں کی بیخ کنی کے دو طریقے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ ہندوستان کے تمام والیانِ ریاست متحد ہو جائیں (جس کا فی الحال کوئی امکان نظر نہیں آتا) اور دوسرا یہ کہ ابدالی آجائے۔ اسے نواب دوندے پر بہت اعتماد ہے اور اگر صوبیدار (میر قاسم) اور نواب دوندے خاں اسے لکھیں تو وہ ضرور آئے گا۔ اگر وہ خود نہ بھی آسکا تو اپنے بیٹے تیمور شاہ کو بھیج دے گا...... ابدالی میں ایک اچھی بات یہ ہے کہ وہ ہندوستان میں نہیں رہتا۔ بلکہ یہاں کے معاملات طے کرتے ہی افغانستان لوٹ جاتا ہے۔“

لیکن شاہ کو گھر پر اتنے مسائل درپیش تھے کہ اس نے اس موقعہ پر ہندوستان کے مشرقی علاقے میں کسی فوجی مہم پر جانا خلافِ مصلحت سمجھا۔ اسے مرہٹوں سے الجھنے میں اس لیے بھی تامل تھا کہ درمیانی علاقہ تقریباً چار سو میل تک سکھوں جیسے خطرناک حریفوں کے تسلط میں تھا۔[1]

جنرل بارکر نے ۱۹ اگست ۱۷۷۱ء کو سردار جھنڈا سنگھ بھنگی کے نام ایک خط میں تاریخی لحاظ سے ایک بڑی صحیح پیش گوئی کی۔ اس نے لکھا:

”یہ واضح ہو چکا ہے کہ جب تک خالصہ فوج موجود ہے کوئی دشمن بلا مقابلہ ہندوستان میں داخل نہیں ہو سکتا۔“[2]

تیمور شاہ کی جانشینی

احمد شاہ کی صحت روز بروز گرتی جا رہی تھی۔ پے در پے فوجی مہمات نے اس کے مضبوط قویٰ کو وقت سے پہلے متاثر کر دیا تھا۔ خیال ہے کہ آخری دنوں میں اسے ذیابیطس بھی ہو گیا تھا۔ اسے

۱۔ سی پی سی۔ جلد سوم۔ ۷۹۔ ۹۴۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۱۳۲۔ ۶۸۲

۲۔ سی پی سی۔ جلد سوم۔ ۸۶۸

سب سے زیادہ تکلیف ناک کے زخم سے تھی جو ایک پھوڑے کی شکل اختیار کرکے اس کے تمام چہرے پر پھیلتا چلا جا رہا تھا۔

سلیمان مرزا اور تیمور شاہ

اپنے آخری دنوں میں احمد شاہ نے شہزادہ تیمور شاہ کی جانشینی کا اعلان کرنے کا ارادہ کیا افغان سرداروں کی رائے میں یہ فیصلہ قطعی غیر منصفانہ تھا کیونکہ اس سے اس کے بڑے بیٹے سلیمان مرزا کی حق تلفی ہوتی تھی۔ چنانچہ انھوں نے جمع ہوکر احمد شاہ سے سلیمان مرزا کی سفارش کی اور اس بات پر احتجاج کیا کہ اتنا اہم معاملہ ان سے مشاورت کے بغیر طے کر لیا گیا۔ احمد شاہ نے جواب دیا:

" شہزادہ تیمور کا انتخاب ذاتی پسندیدگی کی بنا پر نہیں بلکہ مفاد عامہ کے خیال سے کیا گیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ تیمور سلیمان مرزا سے چھوٹا ہے لیکن وہ حکومت کا زیادہ اہل ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ سلیمان افغان قبیلوں کا اعتماد حاصل کرنے میں ناکام رہا ہے؟ کیا آپ اس بات سے انکار کر سکتے ہیں کہ وہ تشدد پسند ہے اور رحم دلی اسے چھو کر نہیں گئی؟ کیا آپ کو یہ علم نہیں کہ وہ آج تک نہ بروقت کسی بغاوت کا پتہ چلا سکا اور نہ اسے فرو کر سکا۔"

یہ دلائل سن کر احمد شاہ کے سردار مطمئن ہو گئے اور اس کا فیصلہ قبول کر لیا۔

شاہ کے آخری دن

۱۷۷۲ء کے موسم گرما میں شاہ کی ناک کا بالائی حصہ بھی متاثر ہو گیا۔ جب علاج معالجے سے مایوسی ہو گئی تو شاہ توبا مارون کے محل میں منتقل ہو گیا جو قندھار سے تقریباً نوّے میل دور کوہ سلیمان میں تعمیر کیا گیا تھا۔ جب شہزادہ تیمور نے اپنے باپ کی بیماری کا حال سنا تو وہ ہرات سے چل کر قندھار پہنچا۔ لیکن شاہ ولی خاں نے جو شہزادے سے چشمک رکھتا تھا، شاہ کے کان بھر دیے اور اس سے یہ حکم جاری کرا دیا کہ شہزادہ فوراً واپس چلا جائے۔

تیمور نے بہت کچھ التجا کی لیکن شاہ نے اس سے ملنے سے انکار کر دیا۔ بالآخر بدنصیب

شہزادہ اپنے باپ کو دیکھے بغیر ہرات لوٹ گیا۔

شاہ کی وفات

شاہ کی حالت روز بروز بگڑتی چلی گئی۔ مرنے سے کچھ عرصہ پہلے اس کی زبان لڑکھڑانے لگی تھی اور الفاظ اس طرح خلط ملط ہو جاتے تھے کہ بسا اوقات بالکل سمجھ میں نہیں آتے تھے۔ اس کے بعد اس نے اظہار مطلب کے لیے اشاروں سے کام لینا شروع کیا جو صرف اس کا خادم خاص یعقوب خاں ہی سمجھ سکتا تھا۔ جب اس طرح بھی کام چلنا مشکل ہوگیا تو اس نے لکھ کر بات کرنا شروع کر دی۔ بالآخر اسی عالم بے چارگی میں ۲۶ رجب ۱۱۸۶ھ (۲۳ اکتوبر ۱۷۷۲ء) کی رات کو احمد شاہ اس جہان فانی سے رخصت ہوگیا[۱]۔

۱۔ مجمل التواریخ۔ ص ۱۴۷، ۱۴۸

حسین شاہی، ص ۶۸، ۷۰

تاریخ سلطانی، ص ۱۴۶، ۱۴۷

فریئر: ہسٹری آف دی افغانز، ص ۹۱، ۹۲

میلسن: ہسٹری آف افغانستان، ص ۲۹۱، ۲۹۲

ایلفنسٹن نے شاہ کی وفات جون ۱۷۷۲ء میں بیان کی ہے۔ فریئر اور میلسن کو بھی اس سے اتفاق ہے۔

مجمل التواریخ نے لکھا ہے کہ شاہ نے جمادی الثانی ۱۱۸۵ھ (اکتوبر ۱۷۷۱ء) میں انتقال کیا۔

عمدۃ التواریخ (ص ۱۶۶) میں لکھا ہے کہ شاہ کی وفات ۲ ربیع الاول ۱۱۸۶ھ (۱۰ جون ۱۷۷۲ء) کو ہوئی۔

حسین شاہی میں کوئی تاریخ نہیں دی گئی۔

میں نے اس معاملے میں تاریخ سلطانی اور سراج التواریخ کا تتبع کیا ہے جو افغانوں کی لکھی ہوئی ہیں۔

قندھار میں تدفین

یعقوب خاں خواجہ سرا نے جو شاہ کا معتمد خاص تھا اس کی موت کو اخفا میں رکھا۔ اور تیمور شاہ کو مطلع کیا کہ قندھار آ کر تخت و تاج سنبھال لے۔ اس کے بعد وہ بادشاہ کے جسد خاکی کو لے کر قندھار روانہ ہوا۔ اس نے نعش کو ایک چارپائی پر لٹایا اور یہ مشہور کر دیا کہ شدید علالت کے باعث بادشاہ نے لوگوں سے ملنا بند کر دیا ہے۔ چارپائی کے گرد پردے کھینچ دیے گئے تاکہ کوئی شخص شاہ کی نعش نہ دیکھ سکے۔

یعقوب خاں دن میں کئی بار اس انداز سے پردوں کے پیچھے جاتا گویا وہ اپنے آقا سے احکامات لینے یا اسے کھانے پینے کی کوئی چیز پہنچانے جا رہا ہے۔ وہ شاہ کا خزانہ بھی اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ یہ خزانہ بہت سے خچروں پر لدا ہوا تھا جن پر ہر لحہ یعقوب خاں کی نظر تھی۔

اس سفر کے دوران میں کسی کو بھی حقیقتِ حال کا پتہ نہ چل سکا۔ لیکن جب قافلہ قندھار سے ایک منزل پر رہ گیا اور سلیمان مرزا اپنے باپ کے استقبال کو آیا تو مزید اخفائے راز ناممکن ہو گیا اور یعقوب کو شاہ کی وفات کا اعلان کرنا پڑا۔ احمد شاہ درّانی کے جسد خاکی کو قندھار کے مغربی حصے میں دفن کیا گیا۔ اس کی قبر پر یہ کتبہ کندہ ہے:

"احمد شاہ درّانی ایک عظیم بادشاہ تھا۔ اس کے انصاف کا یہ عالم تھا کہ اس کی قلمرو میں شیر اور ہرن ایک ساتھ رہتے تھے۔ اس کے دشمنوں کے کان اس کی فتوحات کے شور سے بہرے ہو گئے تھے۔"[1]

۱۔ فریئر: ہسٹری آف دی افغانز، ص ۹۰

میلسن: ہسٹری آف افغانستان، ص ۲۹۲

ہملٹن: افغانستان، ص ۱۹۰

محمد حیات خاں: حیات افغانی، ص ۲۲